

ہمیں دوچار پیالے چلاتے بیخ لوگے۔ اب چائے بارہوں ہمینے چلتی ہے، رات کو لیٹوگے تو عورت پاؤں دباتے گی۔ ساری تھکادٹ مٹ جائے گی۔“

یہاں گوبر کے دل نہیں ہو گئی۔ جی اچاٹ ہو گیا۔ اب تو وہ جھینا کو لا کر اسی رہے گا۔ آلو جو لمبے پر چڑھے رہ گئے اور اس نے گھر جانے کی تیاری کر دی۔ مگر یاد آیا کہ ہوئی آرہی ہے، اس لئے ہوئی کا سامان بھی لیتا چلے۔ سنجلوں میں خوشی کے موقعوں پر دل کھول کر خربج کرنے کی جو ایک عادت ہوتی ہے اس نے گوبر کو بھی اکایا۔ آخر اسی دن کے لئے تو گوڑی کوڑی جوڑ رہا ہتا۔ وہ ماں، بہنوں اور جھینیا سب کے لئے ایک ایک جوڑ سازی لے جائے گا۔ ہوری کے لئے ایک دھونی اور ایک چادر۔ سونا کے لئے ایک شیشیٰ تیل لئے جاتے گا اور ایک جوڑ چپڑ پا کے لئے جا پانی گردیاں اور جھینا کے لئے ایک پٹاری جس میں تیل، سیندھور اور آئینہ ہو گا۔ بچتے کے لئے ٹوپ اور فراں جی بازار میں تیار ملتا ہے۔ اس نے روپے نکالے اور بازار چلا۔ دوپہر تک سب چیزیں آگئیں۔ بستہ بھی بندھ گیا۔ محلے والوں کو جبر ہو گئی کہ گوڑھر چارا ہے۔ کئی مرد عورت اسے رخصت کر کے آئے۔ گوبرنے انہیں اپنا گھر پر دکرتے ہوئے کہا۔ تمہیں لوگوں پر گھر چھوڑے جاتا ہوں۔ گھنگوان نے چاہا تو ہوئی کے دوسرا دن آجائوں گا۔ ایک نوجوان عورت نے مسکرا کر کہا۔ مہر یا کوئے بنانا نہیں گھر میں نہ گھننے پاؤ گے۔“

دوسری زیادہ عمر والی نے نصیحت کی۔ ہاں اور کیا، بہت دنوں

چولھا پھونک پکے ملکانے سے روٹی تو ملے گی۔"

گورنے سب کو رام رام" کیا۔ ہندو بھی تھے، مسلمان بھی، سب ہی میں دوستا نہ تھا۔ سب ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک تھے روزہ رکھنے والے روزہ رکھتے تھے۔ ایکاڈشی رکھنے والے ایکاڈشی۔ کبھی کبھی مذاق میں ایک دوسرے پر چھٹے بھی اڑایتے تھے۔ گورالہ دین کی نماز کرنا ٹھاٹھی بھی" کہتا تو الہ دین میں کے تھے والے سینکڑوں جھوٹی بڑی بیوکی مورتوں کو "بلکھرے" بناتا، مگر فرقہ دارانہ تعصیب کا نام بھی نہ تھا۔ گورگھر جارہا ہے اور سب مہنی خوشی سے رخصت کرنا چاہتے ہیں۔

اتنے میں بھورے یکے کر آگیا۔ ابھی دن بھر کا گشت لگا کر آیا تھا۔ خرمی کو گورگھر جارہا ہے، ویسے اسی یکہ ادھر پھیر دیا۔ گھوڑے نے اجتجاج کیا۔ اسے کئی چاپک لگاتے۔ گورنے یکہ پر سامان رکھا۔ یکہ بڑھا بھینے والے گلی کے موڑ تک پہنچانے لگئے، تب گورنے سب کو رام رام" کی اور یکہ پر بیٹھ گیا۔ سڑک پر یکہ سربت دوڑا جارہا تھا، گورگھر جانے کی خوشی میں مست تھا، بھورے اسے گھر پہنچانے کی خوشی میں مست تھا۔ اور گھوڑا تھا پانی دار، اڑا چلا جارہا تھا۔ بات کی بات میں اسٹینش آگی۔

گورنے خوش ہو کر ایک روپیہ کمرے نکال کر بھورے کی طرف بڑاتے ہوئے کہا: "لو، گھر دالی کے لئے مٹھائی لیتے جانا۔"

بھورے نے تشرکا نہ حمارت سے اس کی طرف دیکھا: "تم مجھے گیر غیر ایجھتے ہو بھیا؟ ایک دن یکے پر بیٹھ گئے تو میں تم سے انعام

لوں کا جہاں تھا راپسینہ گرے دہاں اپنا لہو گرنے کو تیار ہوں۔ اتنا
چھوٹا دل نہیں پایا ہے اور لے بھی لوں تو گھر والی مجھے جیتا چھوڑ گی؟"
گورنے پھر کچھ نہ کہا، شرمندہ ہو کر اپنا اسباب آمارا
اور دکٹ یعنے چلا۔



چھاگن اپنی بھولی میں نئی زندگی کی پوچھی لے کر آپسجا سخا۔ آم کے پڑا
دوں ہاتھوں سے بور کی مہک بھیر رہے تھے اور کوئی آم کی ڈالیوں میں چھپی
ہوئی اپنے راگوں کو خفیہ خیرات تقسیم کر رہی تھی۔

کافوں میں ایکھی بوانی شروع ہو گئی تھی۔ ابھی دھوپ نہیں نکلی مگر
ہوری کھیست میں پہنچ گیا ہے۔ وھٹنا، سونا، روپا تینوں تلیا سے ایکھ
کے پیچے ہوئے تھے نکال کھیست میں لارہی ہیں اور ہوری گندڑ سے
سے ایکھ کے نکڑے کر رہا ہے۔ اب وہ داتا دین کی مزدوری کرنے لگا ہر
کان نہیں، مزدور ہے۔ داتا دین سے اب اس کا زبردست اور زخمی
کانا نا نہیں، بلکہ ماک اور مزدور کا رشتہ ہے۔

داتا دین نے اگر داشا: ہاتھ اور بھرپتی سے چلاو ہوری! اس طرح
تو تم دن بھر میں نہ کاٹ سکو گے۔

ہوری نے زخم لکھاتے ہوئے نکر کے سامنے کہا: چلاہی تو رہا ہوں
مہراج، بیٹھا تو نہیں ہوں۔

داتا دین نے مزدوروں سے کس کر کام لیتے تھے۔ اسی لئے کوئی مزدور
ان کے ہاتھ بھیرتا رہا۔ ہوری ان کے مزاج سی واقف تھا مگر جاتا کہاں؟
پنڈت اس کے سامنے کھڑے ہو گر بولے: چلائے چلائے میں دیکھ کر
فرق ہے۔ ایک پلانا وہ ہے کہ گھڑی بھر میں کام نہام، دوسرا پلانا وہ ہے
کہ دن بھر میں بھی ایک بوجھ نہ کئے۔

ہوری نے زہر کا گھونٹ پی کر زیادہ تیزی سے ہاتھ چلاتا شروع کیا۔ ادھر ہمیں سے اسے پست بھر کھانا ملتا تھا۔ عموماً ایک وقت توجہ بن ہی پڑھتا تھا۔ اور دوسرے وقت بھی آدمی بیٹ کھانا ملا، کبھی فاقہ ہو گیا۔ لکھتا ہی چاہتا تھا کہ ہاتھ اور جلد جلد اٹھے، مگر ہاتھ جواب دے رہا تھا۔ اس پر داتا دین سر پر سوار تھے۔ لمحہ بھردم یعنے پانچ تو تازہ ہو جانا مگردم کیسے لے؟ جھپڑیاں پڑنے کا ذرخ تھا۔

دھینا اور دونوں لڑکیاں ایکجیسے گھٹئے لئے بیسی گلے سارڈیوں سے لت پست کچھڑی میں سنی ہوئی آئیں اور گھٹئے ٹیک کر ذرا سستا نے گلیں کہ داتا دین نے ڈانٹ تباہی تباہ کیا۔ دیکھنی ہے دھینا، جا اور اپنا کام کر۔ پیسے سینت میں نہیں آتے۔ پہر بھر میں تو ایک گھٹا لالی ہے، اس ستاب سے تو دن بھر میں اوکھے ڈھنل پانے لیں گے۔

دھینا نے یوری بدل کر کیا تناک دم بھی نہ یلنے دو گے مہرائچ ۴ ہم بھی تو آدمی ہیں۔ تھماری بھوری (مزدوری) کرنے سے بیل تو نہیں ہو گئے۔ جرا (ذرا) کھوپڑی پر ایک گھٹا لاد کر لاؤ تو پتہ چلے۔

داتا دین بھردا اٹھے۔ ”پیسے دیتے ہیں کام کرنے کے لئے، دم یلنے کے لئے نہیں۔ دم یلنے ہے تو گھر جا کردم لو۔“

دھینا کچھ کھنے ہی جاہری تھی کہ، ہوری نے ڈانٹا۔ ”تو جاتی کیوں نہیں دھینا، کیوں جھت کر رہی ہی؟“

دھینا نے بندھنے کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”جا تو رہی ہوں، پر چلتے ہوئے بیل کو اوگی (چاپک)؛ لگانا جاہیئے۔“

داتا دین نے سرخ آنکھیں نکال کر کہا۔ ”علوم ہوتا ہے کہ ابھی مجاہج۔“

(مراج) ٹھنڈا نہیں ہوا، تب ہی دانے دانے کو ترسی ہوا۔“
وھنیا بھلا کیوں چپ رہنے لگی، بولی: ”تھارے دوارے پر بھیک
انگنے تو نہیں جانی؟“

دانادین نے یتھر بھج میں کہا: ”اگر ہی حال ہر تو بھیک بھی نہیں گی۔“
وھنیا کے پاس جواب تیار تھا مگر سونا اسے کھنخ کرتیا کی طرف لے
گئی ورنہ بات بدڑھ جاتی۔ لیکن آواز کی پھنخ کے باہر بنا کر اس نے دل کی بھڑاس
نکالی: بھیک ناگوں تم تو بھنگنگوں کی جات (ذات) ہو، ہم تو مجرم (مزدور) ٹھیرے
جہاں کام کریں گے وہیں چار پیسے پائیں گے۔“
سونا نے حقارت سے کہا: آماں اجانے بھی دو۔ تم تو بھت (وفت)
نہیں دیکھیں، اب اس بات پر لڑنے لگ جاتی ہو۔“

ہوری پا گلوں کی طرح سر سے اوپر گندرا سر اٹھا اٹھا کر ایکھ کے ٹکڑے
ڈھیر کرتا چاتا تھا۔ اس کے اندر جیسے اگل سی گلی ہوئی تھی۔ اس میں غیر قدر تی
طااقت اُگئی تھی۔ اس میں جو لشتما پشت سے بہتا ہوا پالی تھا وہ اس وقت
گریا بھاپ بن کر اس کو میں کی سی کوران طاقت دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں
میں اندر چھاپھانے لگا۔ سر چکرانے لگا۔ پھر اس کے ہاتھ میں کی رفتار سے
بلائھکے اور بلار کے اٹھ رہے تھے۔ اس کے بدن سے بیسہنپک رہا تھا،
منہ سے جھاگنکل رہا تھا اور سر میں دھماکے کی آواز ہو رہی تھی، مگر اس پر
جیسے کوئی بھوت سورا ہو گیا۔

وھنیا اس کی آنکھوں میں بالکل اندر چھاگی۔ معلوم ہوا کہ وہ زمین میں
وھنیا جا رہا ہے۔ اس نے سبھنے کی گوشش میں عالمی ہاتھ پھیلا دئے اور یہوں
ہو گیا۔ گندرا سہ ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ اونڈ سے منہ زمین پر گر پڑا۔ ایسا وقت

وھینا ایکہ کا گھٹا لئے آئی، دیکھا تو کئی آدمی ہو ری کو گھیرے کھڑے ہیں۔ ایک ہڈا
دا تادیں سے کہہ رہا تھا: "مالک! نمیں ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جو آدمی کو
لگ جائے۔ باñی مرتے ہی مرتے تو مرے گا!"

وھینا ایکہ کا گھٹا پٹک کر پا گلوں کی طرح دوڑی ہوئی ہو ری کے
پاس گئی اور اس کا سراپنی جانچ پر رکھ کر زور زور سے رد نے چلاتے لگی۔
"نم مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟ اری سونا، دوڑ کر بانی لا اور جا کر سوچا
سے کہہ دے کہ دادا بے حال ہیں ائے رام! اب میں کہاں جاؤں۔ اب
کھل کی ہو کر ہوں گی؟ کون مجھے دھینا کہہ کر پکارے گا.....؟"

لالہ پیشوری بھاگے ہوئے آتے اور محبت بھری سختی سے بوئے
کیا کرتی ہے دھینا، ہوش بیٹھا! ہو ری کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ گری کو ہوش
ہو گئے ہیں۔ ابھی ہوش آیا جانا ہے۔ دل اتنا کچا کرے گی تو یکسے کام چلے گا؟"
وھینا نے پیشوری کے پیر پکڑ لئے اور روتنی ہوئی بولی: "کیا کروں
لالہ بھی نہیں مانتا۔ بھگوان نے رب کچھہ ہر لیا۔ میں صبر کر گئی۔ اب دھیر ج نہیں
ہوتا ہے میرا سیرا!"

سونا پالی لائی۔ پیشوری نے ہو ری کے منہ پر بانی کے چھٹے دئے۔
کئی آدمی اپنے اپنے انگوچھوں سے ہوادے رہتے۔ ہو ری کا بدن سرد پڑ گیا تھا
پیشوری کو بھی نشوش ہوئی، اگر دھینا کو وہ برابر دلا سادتے جاتے تھے۔
وھینا نے بے صبری سے کہا: "ایسا بھی نہیں ہوا تھا لالہ، بھی نہیں!"
پیشوری نے پوچھا: "رات کچھ کھایا تھا؟"

وھینا بولی: "ہاں روٹیاں بنانی تھیں، پر آج محل ہمارے اور جوبت
رہی ہو دہ کیا تم سے چھپا ہے؟ ہمیں سے پیٹ بھر رہی نہیں لفیسب ہوئی کتنا

سمجھاتی ہوں کہ جان رکھ کر کام کرو لیکن آرام تو ہمارے بھاگ میں لکھا ہی نہیں ہو۔“
دفعتاً ہوری نے آنکھیں کھول دیں اور اڑتی ہوئی نظر دل سے ادھر ادھر

دیکھا۔

دھنیا بیسے جی انٹھی۔ بے قرار ہو کر اس کے گلے سے پٹ کر بولی: اب
کیا جی ہے تمہارا؟ میری تو جان نہوں (ناخنوں) میں آگئی تھی۔“
ہوری نے کمزور آواز میں کہا: ”اچھا ہوں۔ نہ جانے کیا جی ہو گیا تھا!“
دھنیا نے بجت پھرے شکرے سے کہا دینہ (بدن) میں دم تو ہر نہیں
اد کام کرتے ہو جان ہوم کر! ادا کوں کا بھاگ تھا کہ نجگئے، انہیں تو تم لے ہی ڈوبے
تھے۔“

پیشوری نے ہنس کر کہا: ”دھنیا تو روپریش، ہی کھنچی یا۔“

ہوری نے بے صبری سے پوچھا: ”تریج ریج تو روپی، تھی دھنیا؟“
دھنیا نے پیشوری کو پیچے دیکھیں کر کہا: ”انہیں بکئے دو تم پوچھو کر یہ
کالک (کاغذ) چھوڑ کر گھر سے دوڑے آئے تھے۔“

پیشوری نے چڑھایا: ”تحیں میرا ہیرا کہہ کر رہتی تھی۔ اب لاج کے
ماں سے مکرتی ہے۔ چھاتی پیٹ رہی تھی۔“

ہوری نے دھنیا کو آنزو بھری آنکھوں سے دیکھ کر کہا: ”پگلی ہو اور کیا!
اب نہ جانے کون سا سکھ دیکھنے کے لئے مجھے ملا تے رکھنا چاہتی ہو۔“
دو آدمی ہوری کو سہارا دے کر گھر لے گئے اور چار پانی پر لٹا دیا۔ دو آدمیں
تو گڑھ رہے تھے کہ براہی میں دیر ہوئی جاتی ہی، مگر دنادین اتنا بے رحم نہیں تھا
وہ دوڑ کر گھر سے گرم دودھ لایا اور ایک شمشی میں گلاب کا عرق بھی۔ دو دھپی کر
ہوری میں جان سی آگئی۔

اسی وقت گورا ایک مردوار کے سر پر اپنا سامان رہ دے ہوئے آتا
دھائی دیا۔

گاؤں کے گئے پہلے تو بجوانکتے ہوئے اس کی طرف دڑھے، پھر دم
ہلانے لگے۔ روپا نے کہا: بھیا آئے، بھیا آئے! اور تالیاں بجا تی ہوئی دوڑی
سو تا بھی دو تین قدم آگے بڑھی گرا بھی خوشی کو ضبط کر گئی۔ ایک سال میں اس کا شباب
کچھ اور شرمندیا ہو گیا تھا۔ جھینا بھی گھونٹ نکالے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔
گورنے والدین کے پیر چھوٹے، اور روپا کو گود میں اٹھا کر پار کیا۔ دھینا
نے اسے ایسیں دی اور اس کا سر اپنے سینے سے لٹا کر گویا اپنے ماں ہونے کا
صلہ پا گئی۔ اس کا دل غور سے املا پڑتا تھا۔ آج تو وہ رانی ہے۔ اس پھٹے حال میں
بھی رانی ہے! کوئی اس کا منہ دیکھے، اس کی آنکھیں دیکھے، اس کا دل دیکھے،
اس کی رفتار دیکھے! رانی بھی لجای جائے گی۔ گورکشا بڑا ہو گیا ہے اور پہن اور ڈھ
کر کیا بھلا آدمی سالگنا ہے۔ دھینا کے دل میں کبھی برٹکنی کا اندر لشہر نہ ہوا تھا
اس کا دل کہتا تھا کہ گور خیریت سے ہے اور خوش ہے۔ آج اسے آنکھوں
دیکھ کر گویا اس کی زندگی کی خاک میں گم شدہ جواہر مل گیا۔ مگر ہوری نے منہ
پھر لیا تھا۔

گورنے پوچھا: «دادا کو کیا ہوا ہے، اماں!»
دھینا گھر کا حوالہ ناکارے رنجیدہ نہ کرنا چاہتی تھی، بولی: کچھ ہنس ہی
بیٹا، ذرا سر میں درد ہی۔ چلو، کپڑے انارو، ہاتھ منہ دھوو۔ کھاں تھے تم اتنے دن؟
بھلا اس طرح کوئی گھر سے بھاگنا ہے؟ اور کبھی ایک چیز تک نہ بھی۔ آج سال
بھر کے یچھے جا کے سُدھلی ہی۔ تھاری راہ دیکھتے دیکھتے آنکھیں پھوٹ گئیں
ہی آسرا لگا رہتا تھا کہ کب وہ دن آؤے گا اور کب تھیں دیکھوں گی۔ کوئی

کہنا تھا کہ مریع بھاگ گیا اور کوئی ڈرزا ناپُوتا تھا۔ میری تو سن سن کر جان سوکھی
جائی تھی۔ کہاں رہی اتنے دن؟ ”
گورنے شرما تھے ہوئے کہا۔ کہیں دور نہیں گیا تھا آتاں، بہیں لکھنؤ
میں تو تھا۔ ”

” اور اتنے پاس ہو کر بھی کبھی حمٹھی نہ لکھی ”

ادھر سونا اور رزو پا اندر گور کا سامان کھول کر چیزوں کو آپس میں باٹھ
لگی تھیں۔ مگر جھینیا دور کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر آج رکھائی کا شوخ رنگ
بھلک رہا ہے۔ گور نے اس کے ساتھ جو زندگیا ہے آج وہ اس کا بدل لے گی
اسامی کو دیکھ کر مہاجن اس سے وہ روپتے وصول کرنے کو بھی لے چکا ہو رہا ہے
جو اس نے بیٹھا اور جا ہتا تھا کہ سب کی سب ایک ساٹھ منہ میں بھر لے۔ مگر جھینیا
اسے گود سے نہ آتا رہی تھی۔

سونا لو لی۔ ” بھیتا تمہارے لئے آئینہ اور گنجی لائے ہیں، بھابا! ”
جھینیا نے رکھائی سے کہا۔ مجھے آئینہ گنجی نہ چاہیتے، اپنے پاس
رکھ رہیں یا۔ ”

روپانے بچتے کی چکدار ٹوپی نکالی۔ ” او ہوا یہ تو جنکو کی ٹوپی ہے! ” اور
لے بچتے کے سر پر رکھ دیا۔

جھینیا نے ٹوپی اٹا کر ہمینک دی اور یک ایک گور کو اندر آتے دیکھ کر
وہ بچتے کو لئے ہوئے اپنی کوٹھری میں چلی گئی۔

گور نے دیکھا کہ سارا سامان کھلا ڈراہتے۔ اس کا جی تو جا ہتا ہو کر پہلے
جھینیا سے مل کر اپنا قصور معاف کرائے گمراہ رجاء نے کی ہمت نہیں پڑتی۔

دہیں بیٹھ گیا۔ اور جیزین نکال نکال کر ہر ایک کو دیتے رکا۔ مگر تو اس لئے پھول گئی کہ اس کے لئے چل کیوں نہیں آتے، اور سونا اسے چڑھانے لگی۔ تو کیا کرے گی چل لے کر؟ اپنی گڑیا کھیل۔ ہم تو تیری گڑیا دیکھ کر نہیں روتے، پھر تو میرا چل دیکھ کر کیوں روتی ہے؟“

ٹھہاری باشندے کی ذمہ داری دھینا نے اپنے اوپر لی۔ اتنے دنوں کے بعد ردا کا کسل سے گھرا یا ہے۔ وہ گاٹوں بھر میں باہن بٹائے گی۔ ایک گلاب جامن روپا کے لئے اوپٹ کے منہ میں زیرے کی طرح تختی۔ وہ چاہتی تھی کہ ہانڈی اس کے سامنے رکھ دی جاتے اور وہ کو دکو دکھاتے۔

اب صندوق کھلا اور اس میں سے ساڑیاں نکلنے لگیں۔ سب ہی کنارے ٹھین میسی پیٹشوری لا لہ کے گھر میں بہنی جاتی ہیں۔ مگر ہیں ٹری لکھی۔ ایسی بار کی ساڑیاں بھلا کتے دن چلیں گی؟ بڑے آدمی چاہے عینی باریک ساڑیاں بہنیں، ان کی عورتوں کو بیٹھنے اور سونے کے سوا اور کون کام ہے۔ یہاں تو یکیست کھلیاں سب ہی کچھ کر! اچھا، ہوری کے لئے دھوٹی کے سوا ایک دو پڑھی ہو۔ دھینا خوش ہو کر بولی۔ یہ تم نے بڑا اچھا کیا میٹا۔ ان کا دو پڑھ بالکل تازا رہ گا تھا۔

- گوبر کر اتنی دیر میں گھر کی حالت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ دھینا کی ساڑی میں کئی پیونڈ لگے ہوئے تھے۔ سونا کی ساڑی سر پر چھپی ہوئی تھی اور اس میں کربال دکھانی نہ رہے تھے۔ روپا کی دھوٹی میں چاروں طرف جھمالیں لٹک رہی تھیں۔ سب ہی کے چہرے روکھ سوکھے تھے، چکناہست کا بدن پر ہیں نام نہ تھا۔ جدھر دیکھو، افلاس کا دور دورہ تھا۔

رڑیاں تو ساڑیوں میں مگن نہیں، دھینا کو رڑکے کے لئے کھلنے کی

فکر ہوتی۔ مگر میں تھوڑا سا جو کام آٹا شام کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اس وقت تو چین پر گزر ہوتا تھا، مگر گوریاب وہ گور تھوڑے ہی ہے۔ اس سے جو کام اکھایا بھی جائے گا پر دلیں میں نہ جانے کیا گیا کھاتا پتیا رہا ہو گا۔ جاگر دلاری کی دوکان سے گھوون کا آٹا، چاول اور ہمی ادھار لائی۔ ادھر ہمیں سے دلاری ایک پیسے کی چیز بھی ادھار نہ دی تھی مگر آج اس نے ایک بار بھی نہ پوچھا کہ پیسے کب دو گی۔

اس نے پوچھا: گور تو گھوب (خوب) کما کر آیا ہے نا؟“

دھنیا بولی: ابھی تو کچھ نہیں کھلا دیدی۔ ابھی میں نے بھی کچھ کھانا ٹھکنیں بھجا۔ ہاں سب کے لئے کنارے دار سڑیاں لایا ہی۔ مختاری اس کی اچھی طرح لوٹ آیا، میرے لئے تو بھی بہت ہر۔“

دلاری نے دعا دی: بھلوان کریں وہ جہاں رہے گئے سے رہوں گا۔ کوادر کیا چاہیے؟ لا کا سمجھدار ہی، اور لڑکوں کی طرح اڑاؤ نہیں ہے۔ ہماری روپے ابھی نہ میں تو بیاج تو دیدو۔ دن دن بوجھ بڑھ ہی تو رہا، اے۔

ادھر سونا چنڈ کو اس کافرا ک اور ٹوپ اور جوتا پہنا کر راجہ“ پناہی تھی۔ بچھے ان چیزوں کو پہننے سے زیادہ ہاتھ میں لے کر کھیندا اور کھانا پسند کرتا تھا، اندر گوئے اور جھینیا میں رکھنے اور منانے کا ناٹک ہو رہا تھا۔

جھنیا نے حفارت سے دیکھ کر کہا“ بچھے لا کر ہیاں بیٹھا دیا، آپ پر دلی کی راہ لی۔ پھر نہ کھونج نہ کھبر را جنہیں کہ مرتی ہے یا صحتی ہے۔ سال بھر بعد اب جا کر تھماری نیند لٹوئی ہے۔ کتنے بڑے گبٹی ہوتی میں تو سوچتی ہوں کہ میرے بچھے بچھے آئمیں، مر گے اور آپ اڑے تو سال بھر کے بچھے لوٹے۔ مر دوں کا بوس ہی کیا کہیں اور تاک لی ہو گی۔ سچا ہو گا کہ ایک گھر کے لئے ہے، ایک باہر کے لئے بھی ہو جائے۔“

گو بر نے صفائی دی: جہنیا، میں بھگلوان کو ساکھی دیکر کہتا ہوں جو میں نے
کبھی کسی کی طرف تاکا بھی ہو۔ لاج اور ڈر کے مارے گھر سے بجا گاؤ، مگر تیری یاد
ایک منٹ کے لئے بھی من سے نہ اترنی تھی۔ اب تو میں نے طے کر لیا ہو کہ تجھے
بھی لیتا جاؤں گا۔ اسی لئے آیا ہوں۔ تیرے گھر دلے تو بہت بُرٹے ہوں گے؟
”دادا تو میری جان ہی لیسن پر اتا رُد تھے：“
”جع!“

تینوں آدمی یہاں چڑھا آئے تھے۔ پر ماں نے ایسی پیشکار تباہی کر
منزے کر رہ گئے۔ ماں ہمارے دونوں بیل کھول لے گئے۔
”اتنی ٹڑی جبر دستی (زبر دستی) اور دادا کو چھوٹے نہیں؟“
”دادا کیلئے کس کس سے رُد تے؟ گاؤں کے لوگ تو نہیں لے جانے
دیتے تھے پر دادا ہی اپنی ہملینی میں آگئے تو اور لوگ کیا کرتے؟“
”تو آج کل ٹھیتی باڑی کیسے ہو رہی ہے؟“
”کھیتی باڑی سب ٹوٹ گئی۔ تھوڑی سی پنڈت ہمراج کے سامنے
ہے۔ اوکھا بلوہی نہیں گئی۔“

خوب تر کی گمر میں اس وقت دوسروں پہنچتے تھے۔ اس کی گرمی یوں ہی کم
نہ تھی۔ یہ حال سُن کر تو اس کے بدن میں آگ ہی لگ گئی بولا۔ تو پھر پہلے میں
ان ہی سے جا کر سمجھتا ہوں۔ ان کی یہ بجائی کہ میرے دوارے پر سے بیل
کھول لے جائیں! یہ ڈاکہ ہی، کھلا ہوا ڈاک! تین تین سال کو چلے جائیں گے تینوں
یوں نہیں کے تو عدالت سے لوں گا۔ سارا ٹھہرنا تو ڈر دوں گا۔“

دہ اسی جوش میں چل پڑا تھا کہ جہنیا نے پکڑ لیا اور بولی ”تو چلے جانا،
ابھی ایسی جلدی کا ہے کی ہے؟ کچھ آرام کر لو، کچھ کھاپی لو۔ سارا دن تو پڑا ہی،“

یہاں بڑی بڑی بیچایت ہوئی۔ بیچایت نے اسی روپ پر تاداں لگایا اور تمیں من انا۔
اوپر سے۔ اسی سے تو اور بتایا ہی آگئی ۔“

سونا بخے کو پکڑے اور جوتے پہنا کر لائی۔ پکڑے پہن کر وہ بیسے بچ
بچ راجہ ہو گیا تھا۔ گورنے اسے گود میں لے لیا۔ مگر اس وقت بخے کے پیار میں
اسے خوشی نہ ہوئی۔ اس کا خون اُب اٹھا اور کمر کے رد پے آنکھ کو زیادہ تیز کر رہ
تھے۔ وہ ایک ایک سے سمجھے گا۔ بیخوں کو اس پر تاداں لگانے کا حکم (حق)
ہی کیا ہے؟ کون ہوتا ہے کوئی اس کے بچ میں بولنے والا؟ اس نے ایک
عورت رکھ لی تو بیخوں کے باپ کا کیا بگڑا؟ اگر اسی بات پر وہ پھو جسداری
(فوجداری) میں دعویٰ کرنے تو گوں کے ہاتھوں میں ہٹکڑی پڑ جائیں۔ ساری
گستی تھس نہس ہو گئی۔ کیا بسجھ دیا ہی اسے ان لوگوں نے؟
بچہ اس کی گود میں ذرا سامکرا یا، پھر زدر سے بچ اٹھا ہیے کوئی
ڈراؤنی چیز دیکھ لی ہو۔

جھینیا نے بخے کو اس کی گردستے لے لیا اور بولی۔ اب جا کر ہنادھوڑ
کس سوچ میں پڑ گئے؟ یہاں سب سے لڑنے لگو تو ایک دن بناہ نہو۔ جس
کے پاس پیسہ ہے دہی بڑا آدمی ہے، وہی بھلا آدمی ہے۔ پیسہ نہ ہو تو اس
پر رب ہی رب جاتے ہیں۔“

میرا گردھاپن تھا کہ گھر سے بجا گا، نہیں تو دیکھنا کہ کیسے کوئی ایک
دھیلا ڈنڈ لیتا ہے۔“
”شہر اک ہوا کھا آئے تب یا باتیں سو جھنے لگی ہیں، نہیں گھر سے بھاگنے
کی کیوں؟“
یہی جی چاہتا ہو کہ لاٹھی اٹھاؤں اور پیشووری، دادا دین، جھنگری،

سب سالوں کو مار گرگا دوں اور ان کے پیٹ سے روپے نکال لوں۔“
 روپے نہ بہت گرمی چڑھی ہوئی، ہر سابت (شاید) لاذ نکالو، دیکھوں تو
 کہ اتنے دن میں کیا کمالاتے ہو؟“
 اس نے گور کی کمریں ہاتھ لگایا۔ گور کھڑا ہو کر بولا: ابھی کیا کمایا؟
 ہاں اب تم چلوگی تو گماڈ گا۔ سال بھر تو سہر کے رنگ ڈھنگ پھاٹتے ہی
 میں لگ کرے؟“

”اماں جانے دیں گی تب تو۔“

”اماں کیوں نہ جانے دیں گی، ان سے مطلب؟“
 ”واہ، میں ان کی راجی (راضی) بنا کہیں نہ جاؤں گی۔ تم تو چھوڑ کر چلتے
 بننے اور میرا کون تھا یہاں؟ وہ اگر گھر میں نہ گھنے دیتیں تو میں کہاں جاتی؟ جب
 تک جیوں گی ان کا حسن گاؤں گی اور تم بھی کیا پردیں ہی کرتے رہو گے؟“
 اور یہاں میٹھے کر کیا کروں گا؟ گماڈ اور بھردا، اس کے سواستے یہاں اور کیا
 دھرا ہے؟ تھوڑی سی سمجھ ہو اور آدمی کام کرنے سے نہ ڈرے تو وہاں بھوکوں
 نہیں مر سکتا۔ یہاں تو سمجھ پکھ کام ہی نہیں کرتی۔ دادا کیوں مجھ سے منزہ چلا رہ
 ہوئے ہیں؟“

”ابنا بھاگ سرا ہو کہ منہ پھلا کر رہے جاتے ہیں۔ تم نے اپر ادھ تو
 اتنا بڑا کیا تھا کہ اسی رس میں پا جاتے تو منہ لال کر دیتے؟“
 ”تو تھیں بھی بہت گایاں دیتے ہوں گے؟“
 ”کبھی نہیں، بھول کے بھی نہیں! اماں تو پہلے بگڑی تھیں، پر دادا
 نے تو کبھی کچھ نہیں کہا۔ جب بلاتے ہیں تو بڑے پیارے۔ میرا سر بھی دکھتا ہو
 تو بے میں ہو جاتے ہیں۔ اپنے باپ کو دیکھتے تو میں انھیں دیکھتا بھی ہوں۔“

اماں کو سمجھایا کرتے ہیں کہ بہو کو کچھ نہ کہنا۔ تمہارے اور پرنسپلکار دوں بار بگڑ چکے ہیں کہ اسے گھر میں مجھیا کر آپ نہ جانے کہاں جھاگ گیا۔ آج کل پیسے کی شنی، اوکھے کے روپے بے باہر رکھتے۔ اب تو جوری (مزدوری) کرنی پڑتی ہے آج بیچاۓ کیست میں کام کرتے کرتے یہوس ہو گئے۔ رونا پٹیا پع گیا۔ تب سے پڑتے ہیں۔“

گورمنہ ساتھ دھوکا اور بالوں کو خوب سنوار کر گاناں فتح کرنے نکلا۔ دونوں چھاؤں کے گھر جا کر رام رام کر آیا۔ پھر اور دوستوں سے ملا۔ گاؤں میں کوئی خاص تبدیلی نہ تھی۔ ہاں پیشوری کی نئی بیٹھک بن گئی تھی اور جھنگری سنگھ نے دروازے پر نیا کنواں کھدوالیا تھا۔ گور بر کے دل میں مخالفت اور بھی خم ٹھوٹھکنے لگی جس سے ملا اس نے اس کی خاطر کی اور نوجوانوں نے تو اسے اپنا ہیر و نبایا اور اس کے ساتھ لکھنؤ جانے کو تیار ہو گئے۔ سالہ بی بھر میں وہ کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

دفتار جھنگری سنگھ اپنے کنوئیں پر نہاتے ہوئے مل گئے۔ گور نکلا مگر نہ سلام کیا نہ بولا۔ وہ شاکر کو دکھادیا جا ہتا تھا کہ میں تھیں کچھ نہیں سمجھتا۔ جھنگری سنگھ نے خود ہی پوچھا: کب آئے گور؟ مجھے (مز) میں تو رہے؟ کہیں نو کر تھے لکھنؤ میں؟“

گور نے رعنوت سے کہا: لکھنؤ گلامی (غلامی) کرنے نہیں گیا تھا ذکری ہر تو گلامی۔ میں بیرون کرتا تھا۔“

ٹھاکر نے تعجب سے اس کو سر سے پیر سک دیکھا: کتنا روح (روز) کماتے تھے؟“

گور نے بھری کو جالا بنا کر ان کے اور پہلایا: ہبھی کوئی ڈھانی تین روپے

مل جاتے تھے۔ بھی چمک گئی تو چار بھی مل گئے۔ اس سر بی بی نہیں ॥
 جنگلگری بہت نوجہ نکوٹ کر کے بھی چھپیں تھیں سے زیادہ نہ کمال پاتے
 تھے اور یہ گنوار لونڈا سور وہی نہ کمانے لگا۔ ان کا سر جھک گیا۔ اب وہ کس
 دعویٰ سے اس پر رعب جما شتے ہیں؟ ذات میں وہ ضروراً وہی نہیں ہیں مگر ذات
 کون دیکھتا ہے؟ اس سے مقابلہ کرنے کا یہ وقت نہیں، اب تو اس کی منت
 ہی کر کے کچھ کام نکالا جا سکتا ہے بولے۔ اتنی کمائی کم نہیں ہے بیٹا، جو
 کھرج (خرج) کرتے بنے۔ گاؤں میں تو یعنی آنے بھی نہیں ملتے۔ بھوآئی
 (ان کے بڑے بڑے کام کے کام نہیں کوئی کام بلا دفعہ تو یعنی دوں۔ نہ
 پڑھنے نہ لکھنے، ایک نہ ایک جھگڑا کھڑا کئے رہتا ہے۔ کہیں بیٹھی خالی ہو تو کہنا
 نہیں تو ساختہ ہی لیتے جانا۔ تھارا تو ساختہ ہر۔ طلب تکھوڑی ہو، کچھ بات
 نہیں، ہاں پار پیسے کی اور یہ گنجائیں ہو ॥

گورنے گھنڈ بھری ہنسی کے ساختہ کہا۔ تھی اور یہ آدمی کی چاٹ تو
 آدمی کی گلزار دیتی ہی، اٹھا کر اپر ہم لوگوں کی عادت کچھ ایسی بڑگئی ہے کہ جب
 تک بے ایمانی نہ کریں، پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ لکھنؤں میںی مل سکتی ہے مگر ہر ایک
 مہاجن ایماندار اور جو کس آدمی چاہتا ہے۔ میں بھوآئی کو کسی کے گلے باندھنے تو دو
 پڑی پچھے انھوں نے کہیں باہت پکایا تو میری گردن پکڑے گا۔ دنیا میں علم کی پوچھ

نہیں ہی، ایمان کی پوچھ ہی! ॥

یہ طانچہ لقاڑ گور آگے بڑھ گیا۔ جنگلگری دل موس کر رہ گئے۔ لونڈا
 کئنے کھنڈ کی باتیں کرنا، ہر جیسے دھرم کا او تار ہی ہو ॥
 اسی طرح گور نے داتا دین کو بھی رکھ دا۔ دہ کھانا کھانے جا رہا تھا۔
 کہ گور کو دیکھ کر خوش ہو کر بولے تبھے (مزے) میں تو رہے گوئے؟ سنَا کہ

دہاں کوئی اچھی جگہ پائی گئے ہو۔ ماتا دین کو بھی کہیں جیل سے لگا دننا؟ بھنگ پی کر بڑے رہنے کے سوائے یہاں اور کون کام ہر؟"

گورنے بنایا تھا تھارے گھر میں کس بات کی کمی ہے مہران؟ جس بھمان کی یہاں جا کر کھڑے ہو جاؤ، اکچھے نکچھے مارہی لاوے گے۔ پیدا ہونے میں لو امر نے میں لو، سادی (شادی) میں لو، کمی (غمی) میں لو، کھٹتی کرتے ہو، لین دین کرتے ہو، ولائی کرتے ہو، کسی سے کچھ بھول چوک ہو جائے تو ڈانڈ باندھ لگا کہ اس کا گھر نوٹ لیتے ہو، اتنی کمائی میں پیٹ نہیں بھرتا؟ کیا کرو گے بہت سادھن ہوڑ کر؟ کہ ساٹھے جانے کی کوئی جگہ (تمہیرا نکالی ہے)؟"

ماتا دین نے دیکھا کہ گورنکنی ڈھانی سے بول رہا ہے، ادب لحاظ جیسے بالکل بھول سا گیا ہو۔ ابھی شاید نہیں جانتا کہ باپ میری بھوری کر رہا ہے۔ سچ ہی، چھوٹی نری کو امنڈتے دری نہیں لگتی۔ مگر چہرے پر کدوڑت نہ آنے دی۔ جیسے بڑے بورے سچوں سے موچھیں اکھڑوا کر بھی ہنسنے ہیں، انہوں نے بھی اس طفخے کو سہنی میں لیا اور سہنے ہو سکے کہا۔ لکھنؤ کی ہوا کھاکے تو بڑا چشت ہو گیا ہے گور! لا، کیا کماکے لایا ہے؟ کچھ نکال! پس کہتا ہوں گور تھاری یاد بہت آئی تھی۔ اب تو رہے گے کچھ دن؟"

"اہ، ابھی تو رہوں گا کچھ دن، ان بچوں پر دعویٰ کرنا ہے جھوٹ نے ڈنڈ کے بہانے میرے ڈڑھ سور دپتے ہڑپتے ہیں۔ دیکھوں، کون میرا حکمہ (حکم) پانی بند کرتا ہے اور کون برا دری بچھے جات۔ (ذات) باہر کرنی ہے۔" یہ دھمکی دے کر دہ آگے بڑھا۔ اس کی تکلفت نے اس کے نوجوان عقیدت مندوں کو مر عوب کر دیا تھا۔

ایک نے کہا۔ "کر دو دعویٰ گور بھیتا! بڑھا کا لاسانپ ہے، جس کے

نے کامنڑا نہیں۔ تم نے اپھی ڈانٹ بتائی۔ پٹواری کے کان بھی جرا (ذرا) گرم کر دو
اپا جی بکر، اپسیٹے میں آگ لگا فے، بھائی بھائی میں آگ لگا دے۔ کارندے
مل کر اسامیوں کا گلکلا کا ٹھا بے۔ اپنے کھست ٹیچھے جو تو اپنے اس کے کھست
جوت دو۔ اپنی سینچائی ٹیچھے کرو، اپنے اس کی سینچائی کر دو۔“

گور نے موچھوں پر راتھ پھیرتے ہوئے کہا: ”جھسے کیا کہتے ہو جائی
سال بھر میں بھول تھوڑے ہی گیا ہوں۔ یہاں بچھے رہنا ہی نہیں ہے، نہیں تو
ایک ایک کو سچا کر تھوڑتا۔ اب کے ہوں دھوم دھام سے مناڑا اور ہوں کا
سو انگ بن کر ان سبوں کے خوب بھکو بھکو کر لگاؤ۔“

ہوں کا پرو گرام بننے لگا۔ خوب بخند گھٹے، دودھیا بھی اور نمکین
بھی۔ اور زنگوں کے ساتھ کا لکھنگ بھی بنے اور نمکھیوں کے منڑ پر کا لکھنگ ہی پونت
جائے، ہوں میں بول ہی کیا سکتا ہے؟ پھر سوانگ نکلے اور سچھوں کی خوب بھدکیا تھا
ر دپنے چیزے کی کوئی پرواہ نہیں، گور بھائی کماڑ آئے ہیں۔

خوب کھانا کھا کر بھولا سے ملنے چلا۔ جب تک اپنی جوڑی لا کر دپنے دراز
پرانہ باندھ دے، اسے چین نہیں۔ وہ لڑنے مرنے پر آمادہ تھا۔

ہوڑی نے عاجز از ہجیے میں کہا: ”جھنگرا مت بڑھاو بیٹا! یہ ہو لاؤ گوئیں
لے گئے، بھلوان ان کا بھلا کرے! پر دپنے تو آتے ہی سمجھے!“

گور نے بھر دک کر کہا: ”دادا، تم نیچ میں نہ بولو، ان کی کانے پچاس
کی تھی۔ ہماری جوڑی ڈیڑھ سو میں آئی تھی۔ تین سال ہم نے جو تی۔ پھر بھی سو
کی تو تھی ہی۔ وہ اپنے روپے کے لئے دعویٰ کرتے، ڈگری کرتے یا جو چاہئے
کرتے، ہمارے دوارے سے جوڑی کی بیوی کھول لے گئے؟ اور تمھیں کیا
کھوں؟ ادھر گوئیں کھو بیٹھے اور ادھر ڈیڑھ سو رو دپنے تاداں کے بھرے۔

یہ ہے سدھائی کا پھل! امیرے سامنے جوڑی لے جاتے تو دیکھتا۔ یہاں کوہیں
دھرتی پر سلاادیتا اور پنجوں سے تو بات تک نہ کرتا۔ دیکھتا کہ کون مجھے برادری
سے الگ کئے دیتا ہے، مگر تم بیٹھے تاکتے رہے۔"

ہوری نے خطدار کی طرح سر جھکا لیا مگر دھینا یہ زیادتی کیسے دیکھ سکتی
تھی؟ بولی: "بیٹا تم بھی تو اندر چھیر کرتے ہو۔ جکہ پانی بند ہو جاتا تو گاؤں میں بناہ ہوتا ہے
جو ان لڑکی بیٹھی ہے، اس کا بھی ہمیں ٹھکانا لگانا ہے کہ ہنس؟ مرنے بھینے میں
آدمی برادری....."

گوبرنے بات کافی تھے جکہ پانی سب تو نہ تھا۔ برادری آدمی بھی تھا، پھر میرا
بیاہ کوں نہیں ہوا؟ بلو۔ اس لئے کہ گھر میں روشنی نہ تھی۔ روپی سے ہوں تو نہ گھر
پانی کا کام سہے نہ بھائی برادری کا۔ دنیا پیسے کی ہے، اور کوئی کچھ نہیں پوچھتا۔"
دھینا تو پیکے کار و ناسن کر اندر چلی گئی اور گوبر بھی گھر سے نکلا۔ ہوری
بیٹھا سوچ رہا تھا کہ لڑکے کی سمجھد جیسے کھل گئی ہے۔ کیسی بے لالگ بات کہتا اس
اس کی الشی سمجھر نے ہوری کے ایمان و اخلاق کو مغلوب کر دیا تھا۔

دفتاً ہوری نے اس سے پوچھا۔ "میں بھی چلوں؟"

"میں لڑائی کرنے نہیں جاتا، دادا! ڈرو نہیں۔ میری طرف تو کافوں

(فائز) ہی ایں کیوں لڑائی کرنے لگا؟"

"میں بھی چلوں تو کوئی ہر جھ کر؟"

"ہاں بڑا ہر جھ ہی، تم بنی بات بگاڑ دو گے۔"

ہوری چبپ ہو گیا اور گوبر جل دیا۔

پانچ منٹ بھی نہ ہوتے ہوں گے کہ دھینا بچے کو لئے ہوتے باہر نکلی اور
بولی: "کیا گوبر چلا گیا، ایکلے؟ میں کہتی ہوں کہ تمیں بھلکو آن کبھی بُدھی (بمحض) دیکے